رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت فی پرچہ (۲ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹر انگلیشہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ہے
سہ ماہی ...... عاں

قیمت پرانا پرچہ ۴ر

جلد ۵ | ۲۹ر آذر ۱۳۵۵ف | ۲۷ر ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ | ۳ر نومبر ۱۹۴۵ء شنبہ | نمبر ۲۵

اکابر ثلاثہ میں کشیدگی

بین الاقوامی صورت حال نازک ہو رہی ہے

وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی تھی وہ ناکام رہی۔ یہ کانفرنس اگرچہ نتیجہ خیز نہیں رہی مگر اس سے ایک بات یہ واضح ہوگئی کہ اکابر ثلاثہ میں اب اتحاد باقی نہیں رہا۔ اس کانفرنس کا ایک نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ سوویٹ روس نے علحدگی پسندی اختیار کی، امریکہ اور انگلستان ایک دوسرے سے قریب ہوگئے۔ فرانس اور اٹلی اور چین مغربی دول سے قریب ہوگئے۔ روس کے وزیر خارجہ مولوٹوف تنہا رہ گئے۔ مولوٹوف نے مسائل کے مطابق معاہدہ ... پسند کیا۔ مولوٹوف یہی اس کوشش میں کامیاب ہوئے کہ اٹلی کے مسائل سے متعلق گفتگو میں یونان کو شریک ہونے سے باز رکھا جائے حالانکہ ۱۹۴۰ء میں اٹلی نے یونان پر حملہ کیا تھا اور یونان کو اٹلی کی نسبت گفتگو میں حصہ لینے کا دوسرے ممالک سے زیادہ حق حاصل تھا۔ بلقان کے مستقبل سے متعلق مباحث میں حصہ لینے سے مولوٹوف نے چین اور فرانس کو باز رکھا۔ مولوٹوف نے اس امر کی نسبت احتجاج کیا کہ جاپان پر کنٹرول رکھنے میں سوویٹ روس کو کیوں شریک نہیں کیا گیا۔ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ فرانس کو ایک نوآبادی کی حیثیت سے روس کو تحویل میں دے کر بحر روم میں سوویٹ روس کا اثر قائم کیا جائے۔

لندن میں وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کی فضا تلخ فہمیوں اور کشیدگی سے معمور تھی۔ یہ یقین کرنا دشوار تھا کہ اکابر ثلاثہ نے ابھی ابھی جنگ جیتی ہے۔ ضروریات جنگ اور جنگ کے تقاضے نے ہی اتحاد کو برقرار رکھا تھا۔ یہ اتحاد جاپان کی شکست سے پہلے پوٹسڈم کانفرنس میں ٹوٹنے لگا تھا۔ آج یہ اتحاد مفقود ہے۔ مابعد جنگ دنیا دو حلقوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ برطانوی امریکی حلقہ اور سوویٹ روس کا حلقہ اثر۔ ہر جانب اپنے اثر کو مستحکم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ روس اپنے حلقۂ اثر کو بڑھانے کے لئے کبھی کھلے طور پر اور کبھی مخفی طور پر مشرقی یورپ اور ایران میں ایسی حکومتیں قائم کرنے کی کوشش کررہا ہے جن پر کمیونسٹوں کا غلبہ ہو۔ اور یہ چاہتا ہے کہ اپنے حلقۂ اثر میں برطانیہ، امریکہ اور فرانس کے مفادات باقی نہ رہیں اور چھوٹے ممالک سے اُن عناصر کو بے اثر کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو سوویٹ کے خلاف ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ سوویٹ روس کی یہ بھی خواہش ہے کہ طرابلس، اریٹریا، درۂ دانیال میں قدم جماکر اور فرانس، اٹلی، اسپین اور یونان کے مقامی کمیونسٹوں کے مدد سے برطانوی امریکی حلقۂ اثر کو کمزور کردے۔ اسی طرح برطانیہ، امریکہ، فرانس، اور چین اپنے باہمی اتحاد کے رشتے کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اور بلقان میں اپنا اثر بڑھانا چاہتے ہیں لیکن ماسکو بلقان کو اپنی اجارہ داری کے تحت رکھنا چاہتا ہے۔

یہ کشمکش کئی سال تک جاری رہے گی۔ ممکن ہے کہ بعض ممالک اور نوآبادیات ایک حلقے سے نکل کر دوسرے حلقے میں آجائیں۔ مثلاً آسٹریا پر سرخ فوج نے قبضہ کیا تھا لیکن بعد میں سوویٹ روس نے آسٹریا کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق حکومت تشکیل دے لے۔ مشرقی و مغربی دول کے مابین جو کشمکش شروع ہوگئی ہے اس کے اسباب معلوم کرنا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ بڑی طاقتوں کی حیثیت سے جرمنی، اٹلی اور فرانس کا ختم ہو جانا یورپ میں ایک وسیع خلا پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ ایک بڑی ایشیائی طاقت کی حیثیت سے جاپان کا خاتمہ ایشیا میں خلا پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ یورپ اور ایشیا کے اس خلا کو کون پُر کرے گا؟ شکست خوردہ محوری اقوام کے وارث کون ہوں گے؟ اکابر ثلاثہ کی موجودہ کشمکش کی وجہ یہی ہے۔ یہ کشمکش دراصل دوسری عالمگیر جنگ کے مال غنیمت کو تقسیم کرنے سے متعلق ہو رہی ہے۔ ان ممالک کے نمائندے خارجہ پھر ملیں گے۔ آپس میں ملاقاتیں ہوں گی۔ باہمی کشیدگی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی مگر سطح کے نیچے مخالفت برابر جاری رہے گی۔ ایسے گہرے اختلافات محض اتفاق سے دور نہیں ہوسکتے۔ ۱۹۱۹ء میں پیرس کی صلح کانفرنس میں اٹلی اور یوگوسلاویہ کی سرحدوں کی نسبت اتفاق نہ ہوسکا۔ آج ۲۶ سال کے بعد بھی وہی صورت حال درپیش ہے۔ گو انسان نے ترقی کی ہے۔ ریڈار، ہوائی جہاز حتیٰ کہ ایٹم بم ایجاد کیا گیا۔ لیکن انسان کے باہمی تعلقات اور تمدن میں کیا ترقی ہوئی؟ سیاسیات ابھی تک قرون وسطیٰ کے دلدل میں پھنسی ہے۔ انسان ابھی تک حیلے اور خوف کا شکار ہے۔ لوگ ان چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں مگر سیاست داں جغرافی حدود، قومی اقتدار اعلیٰ اور سامراجی مسائل کو پیش نظر رکھ کر صلح کرنا چاہتے ہیں۔ یا تو سیاسیات سائنس پر غالب آجائے گی یا سائنس اس زمین کو میدان قیامت بنادے گی۔

مملکت ہفتہ وار

۲۹ آذر ۱۳۵۵ ف

کانگریس اپنے اصلی روپ میں

کانگریس نے انتخابی مہم سے متعلق جو منشور شائع کیا ہے اور جس میں اس نے اپنے مسلک کی وضاحت کی ہے وہ وقت کے ایک اہم ترین اور نازک ترین مسئلہ کے ایک با عزت اور قابل قبول حل سے معرا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کانگریس کا یہ بیان بیرون ہند کے باشندوں سے داد طلب کرنے اور ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے۔ اس میں جمہوریت کے اصول جو دنیا کی مہذب اور ترقی پسند قوموں میں مسلمہ اور پسندیدہ ہیں اور جن سے ہر روشن خیال طالب علم پوری واقفیت رکھتا ہے دہرائے گئے ہیں لیکن حقائق سے چشم پوشی کی گئی ہے۔ ہندوستانی اصول کی خوشنمائی اور عددی اکثریت کے مزاج نقطہ نظر اور جارحانہ روش پر پردہ ڈالا گیا ہے۔ یہ کہنا کہ ہم سب کو مساوی حقوق دیں گے بظاہر بہت دل خوش کن ہے لیکن جب اس بیان کو تلخ حقائق کی روشنی میں جانچا جائے تو اس کی عوام فریبی جھلکنے لگتی ہے۔ مساوی حقوق کا کاغذ پر عطا کر دینا یا زبان سے اس کا دعویٰ کرنا ایک چیز ہے اور اپنی عددی اکثریت غیر معمولی تمول اور بے پناہ پروپگنڈے کے زور سے دوسری جماعتوں کو ان کے حقوق کے استعمال سے باز رکھنا ایک دوسری چیز ہے۔ ہندوستان میں ہندو مسلم مسئلہ کی ابتدا اس تعصب سے ہوتی ہے جو اونچی ذات والے طبقوں اور نیز ہندو سرمایہ داروں میں مسلمانوں کے خلاف غیر ضروری طور پر اور قطعاً بلا وجہ موجزن ہے۔ ہندو جماعت یہ چاہتی ہے کہ مسلمان محکوم ہو کر رہیں اور اپنی بقا کے لئے اس کی چشم کرم پر بھروسہ کریں۔ مسلمانوں کی خوش نصیبی یا بد نصیبی ہے کہ وہ اس حیثیت سے زندہ رہنا نہیں چاہتے۔ یا تو وہ عزت کی زندگی چاہتے ہیں یا ایک مجاہد کی موت اور یہیں سے ہندو مسلم جھگڑے کی ابتدا ہوتی ہے۔ کانگریس نے اپنے حالیہ انتخابی بیان میں جن دلفریب اور دل خوش کن نظریات کا اعادہ کیا ہے ان سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ ہندوستان کا ہو یا حیدرآباد کا بحیثیت قوم مفلس ہے اور معاشی وسائل میں بڑی حد تک اپنے ہندو ہمسایوں کا دست نگر۔ اس وجہ سے نہ تو اس کی جماعتی تنظیم اس پیمانہ کی ہے جو مثلاً مہاسبھا یا کانگریس کی ہے اور نہ اس کے پاس پروپگنڈے کے وہ وسائل موجود ہیں جو ہندو جماعت کو حاصل ہیں۔ ان کمزوریوں کی وجہ سے مسلمان اپنے نقطہ نظر کو، اپنی مہم کی اخلاقی بنیاد کو اور اپنی جد و جہد کی معقولیت کو دنیا پر واضح کرنے میں کامیاب نہیں ہے۔ ایک ایسی قوم کے لئے جس نے مذہبی تعصب کی بنا پر اپنی عددی اکثریت کو یکجا کر لیا ہو جمہوری اصطلاحات استعمال کرنا بہت آسان ہے۔ ان جمہوری اصطلاحات کے استعمال سے مغرب کی دنیا بڑی آسانی کے ساتھ ان کی ہمدرد اور ہم نوا ہو سکتی ہے۔ اگر مسلمان یہ کہتے کہ ان جمہوری اصطلاحات کے پردے میں جارحانہ فرقہ واریت کار فرما ہے تو مہذب دنیا اسی آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو رجعت پسند کہے گی۔ مسلمانوں کی بدنصیبی ہے کہ کانگریس کے پروپگنڈے کے مقابلہ میں ان کا نقطہ نظر قابل قبول نہیں سمجھا گیا۔ مسلمانوں کے نقطہ نظر کی واجبیت کو وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جو ہندوستان میں رہ کر عددی اکثریت کی جارحانہ روش کو سمجھ [illegible] ایسے شخص کو یہ اندازہ ہو گا کہ وہ قوم جو نہ تو سماجی جمہوریت کی قائل ہے اور نہ معاشی جمہوریت پر عمل پیرا وہ کس طرح سیاسی جمہوریت کی علمبردار ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات نے ہندو قوم کے مختلف خیال اور مختلف المفاد عناصر کو ایک قوم بنا دیا ہے ورنہ ہندو قوم ایک برہمن نیچ برہمن اور اچھوت اور نہ جانے کتنی اور قومیں ہیں جن کے عقائد ایک ہیں نہ زبان ایک جن کا کلچر ایک ہے اور نہ مفاد ایک لیکن مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنانے کی خاطر ان ہندو جماعتوں نے اپنے تہذیبی اور معاشی اختلافات کو نظر انداز کر کے ایک قوم بنالی ہے جس کے سیاسی ترجمان کانگریس، مہاسبھا اور آریہ سماج کے نام سے ملک میں کام کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے لیڈروں کی غالب خواہش ہے کہ مسلمان ان کا محکوم بنا رہے، ان کی معاشی غلامی میں دائمی طور پر منسلک رہے، نہ تو اس کی زبان باقی رہے نہ کلچر اور نہ وہ سر اونچا کر کے زمین پر چل سکے۔

ہم نے سطور بالا میں مسائل کو ایک عمومی رنگ میں پیش کیا ہے لیکن ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ساری ہندو جماعت کا یہی نقطہ نظر ہے۔ عوام کو جن کی تعداد ۹۰ فی صد ہے فکر روزگار سے فرصت کہاں کہ مسلمانوں کی دشمنی کے لئے وقت نکالیں۔ جیسے مسلمان مفلس ہیں ویسے ہی وہ بھی مفلس اور مظلوم ہیں۔ یہ فی صد یہی مزدوروں اور کسانوں کی تعلیم یافتہ افراد ایسے ہیں جو اختلاف مذہب کو دشمنی کا سبب بنانا ایک صریح جہالت و رذالت سمجھتے ہیں۔ لیکن ہندو جماعت کا وہ طبقہ جو اونچی ذات والے برہمنوں اور سرمایہ داروں پر مشتمل ہے اور جو ہندوستان میں برطانوی عناصر کی جگہ لینا چاہتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ اگر مسلمانوں کو پہلے ہی سے کچل کر نہ رکھ دیا جائے تو وہ اس کی قیادت میں حائل ہوں گے۔ اس مختصر گروہ نے اپنی غیر معمولی دماغی اور تنظیمی صلاحیتوں کو سرمایہ داروں کی مدد سے حرکت دی اور ہندو عوام کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا دیا۔ نوبت یہاں تک آ گئی کہ ملک کی عام فضا مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی۔ پس ہم ہندو مذہب یا ساری ہندو جماعت پر کوئی الزام نہیں رکھ سکتے۔ یہ تو دراصل ایک گروہ کی جنگ زرگری ہے یا اس کی سیاست جو اس رنگ میں ظاہر ہو رہی ہے۔

اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے نزدیک ایک ہی حربہ ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ وہ ہندو عوام میں شدت کے ساتھ اس حقیقت کو پیش کر کے روشناس دراصل وہ دشمن نہیں ہیں جیسا کہ انہیں پیش کیا جاتا ہے۔ ان کو ہندو مذہب یا ہندو کلچر سے کوئی بیر نہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم نے اوپر بتلایا ہے مسلمانوں کو افلاس نے اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ ایک منظم اور بڑے پیمانہ پر اس مہم کا آغاز کرے۔ مسلمانوں سے ایک غلطی یہ بھی ہوئی کہ انہوں نے ہندوؤں کی زبانیں نہیں سیکھیں یا اگر سیکھیں بھی تو ان زبانوں میں اچھے مقرر اور اچھے انشا پرداز کافی تعداد میں پیدا نہیں کئے۔ اگر ان کے ہاں یہ ہوتا اور یہی شعور ہوتا کہ مختلف زبانوں کے اچھے مقرر اور انشا پرداز ہوتے تو بڑی آسانی کے ساتھ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں ایسے اخبارات نکالتے یا ایسے ادارے قائم کرتے جن کے ذریعہ وہ ہندو عوام پر اس حقیقت کو واضح کر سکتے کہ مسلمانوں سے یہ دشمنی یا ان کے خلاف تعصب آمیز برتاؤ ہندو عوام کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ساتھ ہی ساتھ اسلامی کلچر اور

حکومت مسلمانوں سے مشتق اسلام ہے مقصد نظر اس کی رواداری اور اس کے اصل مقصد نہیں کا پرچار کیا جاتا تاکہ رفتہ رفتہ ہندو میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو سکے جو یہ سمجھ جائے کہ مسلمانوں سے ہندوؤں کو کوئی خطرہ نہیں ان کی مخالفت یا ان کو مٹا دینے کی کوشش ایک غیر ضروری اور غیر اخلاقی فعل ہے لیکن مسلمانوں سے یہ نہ ہو سکا۔ وہ خاموش بیٹھے رہے اور ان کے حریف ہندوستان بھر میں اپنے نقطۂ نظر کا پرچار کرتے رہے اور خود مسلمانوں کی مدد سے اپنے اداروں کو قوی کر کے سارے ہندوستان پر چھا گئے۔ مسلمان اس وقت بیدار ہوئے جب ۱۹۳۷ء میں کانگریسی وزارتیں برسر اقتدار آئیں۔ اب ان میں دو پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک پارٹی سامنے کو ان کے اصل رنگ میں سمجھ گئی اور دوسری پارٹی یہ حسن ظن رکھتی تھی کہ اگر چند بڑے لیڈر مسلمانوں کے مخالف ہوں تو ہوں مگر ساری ہندو قوم سے ایسی بدظنی ہونا انتہائی کم ظرفی ہے۔ لیکن مسلمانوں کا اختلاف اس نوعیت کا نہیں ہوتا جو مثلاً کانگریس اور مہاسبھا کے مابین ہے جن کے مقاصد دونوں کا ایک ہے مگر اصطلاحات جدا طریقِ کار جدا اور کارکن جدا ہیں۔ جب مسلمان آپس میں اختلاف کرتے ہیں بشرطیکہ وہ اختلاف دیانت داری پر مبنی ہو تو فی الواقعی آپس میں برسر پیکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کا اختلاف بحیثیت مجموعی مسلم قوم کی کمزوری کا باعث ہے چنانچہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے حالیہ اجلاس کے بعد سے جو بمبئی میں منعقد ہوا تھا اس اختلاف کے اصل نتیجے نظر آ رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد جیسا وسیع العقیدہ کانگریسی اب دل ہی دل میں کانگریسی صدارت پر ندامت محسوس کرنے لگا ہے۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل کا مسلمانوں کو مشکور ہونا چاہئے کہ انہوں نے کانگریس کو اس کے اصل روپ میں پیش کر دیا ہے۔ میاں افتخار الدین اور ڈاکٹر اشرف کو جس بری طرح دھتکارا گیا اس سے ان مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں جو یہ سمجھتے تھے کہ وہ کانگریس میں رہ کر بھی کانگریس کو ... جس سے ابتدائی مقصد جتنا

نیک تھے، جس کی قربانیاں واقعی قابلِ قدر ہیں اور جس کی ساکھ نہایت وسیع ہے ——— مگر اس رنگ میں ڈھل گئے کہ اس کے وہ عناصر جو مسلم دشمنی کا غلاف اوڑھے ہوئے ہیں بے خطر ہو کر رہ جائیں لیکن جوں جوں آزادی کی منزل قریب آتی جا رہی ہے اور برطانوی ارباب اقتدار اپنے وعدوں کو دہراتے جا رہے ہیں۔ کانگریس اپنے اصلی فاسسٹی رنگ میں پوری سرمایہ دارانہ جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ گر ہوتی جا رہی ہے۔ اب مسلمان اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اس کے ساتھ نیک برتاؤ اور مساویانہ برتاؤ کیا جائے گا۔ اس لئے وہ پاکستان کا مطالبہ کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جہاں میرے ہم قوم اکثریت میں ہیں کم از کم وہاں مجھے سر اونچا کر کے چلنے کی آزادی حاصل رہے۔ ہندو اکثریت والے صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں نے بھی سوچ لیا ہے کہ ہم تو بہر حال محکوم رہیں گے کم از کم ہمارے ان بھائیوں کو عزت کی زندگی نصیب ہو جائے جو مسلم اکثریت والے صوبوں میں رہتے ہیں۔

یہ ہے مختصر تجزیہ ہندوستان کی سیاسیات کا۔ اور کانگریس کا حالیہ تحریری منشور ان مسائل کو حل نہیں کرتا۔ ہندوستان کا مسلمان خواہ وہ مدراس میں رہتا ہے یا بہار میں، یوپی میں رہتا ہے یا سی پی میں ذہنی اقلیت اور ان خطرات کے باوجود جن میں وہ گھرا ہوا ہے پاکستان کی رٹ لگاتا رہے گا۔ یہ کہنا کہ مسٹر جناح نے پاکستان کی تعریف نہیں کی یا اس کے حدود کو معین نہیں کیا یا وہ پروگرام پیش نہیں کیا جو پاکستانی علاقہ میں نافذ ہو گا ایک انتہائی مہمل اور بے معنے اعتراض ہے۔ ہندوستان کے سارے مسلمان ایک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں کہ جہاں ان کے ہم قوم اکثریت میں ہوں وہاں انہیں ایک آزاد اور خود مختار مملکت قائم کرنے کی آزادی دی جائے۔ کیا یہ بات محتاجِ تشریح ہے؟ آزاد مملکت کے عناصر کیا ہیں حکومت کے فرائض کیا ہوتے ہیں کیا یہ چیزیں بھی تشریح طلب ہیں؟ اصل سوال کہ ہندوستان کی

جغرافی وحدت خطرہ میں پڑ جائے گی تو یہی بات یورپ کے متعلق یا جنوبی امریکہ کے متعلق یا افریقہ کے متعلق یا مشرقی ایشیا کے متعلق کیوں نہیں کہی گئی جہاں ایک ہی نسل اور ایک ہی مذہب کے لوگ بستے ہیں۔ اگر یورپ میں سوئٹزرلینڈ، سویڈن بلجیم، فن لینڈ وغیرہ آزاد مملکتوں کی حیثیت سے زندہ رہ سکتے ہیں تو پھر ہندوستان میں ایسی کیا بات ہے کہ پاکستان اور ہندوستان دو آزاد مملکتوں کی حیثیت سے ایک دوسرے کے ہمدرد اور غمگسار نہیں بن سکتے۔ جغرافی وحدت کا ڈھونگ صرف اس لئے رچایا جا رہا ہے کہ سارے ہندوستان پر اکثریت کی حکومت قائم ہو اور ہندوستان کے مسلمان اس کے محکوم رہیں۔ لیکن کانگریس اور مہاسبھا کو سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان ان کے اس دعوے کو قبول کرنے اور ان کی اس کوشش کو کامیاب ہوتا دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ یا تو ایک خوشحال اور باعزت زندگی کے لئے کوشاں ہوں گے یا پھر مجاہدوں کی موت کو ترجیح دیں گے یہ ہے ہندوستان کے مستقبل کا مختصر خاکہ

اشتہار

مجریہ محکمہ اول تعلقداری ضلع ناندیڑ

دفعہ ۸۰ و ۸۸ فوجداری

نمبر مثل ۱۵۹ سنہ ۱۳۵۵ف

مقدمہ

سرکار عالی بنام شیخ محمود وغیرہ ولد ... زر نقد۔

بنام شیخ محمود ولد شیخ محبوب قوم مسلمان عمر ۳۰ سال پیشہ ناکہ دار گرد گیری، تھانہ چوکی مرسم کھاپر کھیڑہ متعلق ہنگولی ضلع پربھنی۔

تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ تمہارے نام متعدد سمن جاری کئے گئے لیکن تم اصالتاً حاضر ہوئے اور نہ وکالتاً مقدمہ کی پیروی کی۔ بالآخر منجانب سرکار اشتہار کی استدعا کی گئی جو منظور کیا گیا کر ذریعہ ہذا مشتہر کیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ... سنہ ۱۳۵۵ف اصالتاً یا وکالتاً مقدمہ ہذا کی پیروی کرو ورنہ حسب ضابطہ کارروائی ایک طرفہ ہو گی جس کا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

سر رشتہ دار

عدالت ... ضلع ناندیڑ

ہر موضع میں ایک غلہ گودام قائم کیا جا رہا ہے

یہ ادارہ موضع کے غریب کاشتکاروں کے لئے تخم اور غیر کاشتکاروں کے لئے خوراک نہایت قلیل شرح سود پر فراہم کرے گا

ان اداروں کی کامیابی کے یہ معنی ہیں کہ موضع کی غریب رعایا مقامی ساہوکار کی معاشی غلامی سے آزاد ہو جائے گی۔

غلہ گوداموں کی کامیابی کے لئے آپ بھی مقدور بھر کوشش فرما کر غریب طبقوں کی مدد فرما سکتے ہیں۔

کانگریسی لیڈر آخر کس سے لڑ رہے ہیں

ترقی پسند جماعتوں کے خلاف تشدد آمیز مہم

ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا اپنی تقریروں میں بہت صاف گوئی سے کام لے رہے ہیں۔ اس .. کانگریس کے رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔ لیڈر تک تقریر کرتے ہوئے ڈاکٹر پٹابھی نے بیان کیا کہ انھوں نے ہدایات جاری کی ہیں کہ مخالف سیاسی عناصر کے خلاف لاٹھی کا استعمال کیا جائے اور اپنے اس بیان کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے انھوں نے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ کانگریس نے عدم تشدد کی جو پالیسی اختیار کی تھی وہ ایک ہتھیار ہے جو صرف برطانیہ کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بہری طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کانگریس ان لوگوں کے خلاف تشدد استعمال کر سکتی ہے جو اس سے اختلاف رکھتے ہیں اور جو کانگریس کے اس ٹھیکہ داری کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ تنہا سارے ہندوستان کی نمائندہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کانگریسی لیڈروں کی عوام فریبی کے باوجود صورت حال بدلتی جاتی ہے۔ کانگریس اس وقت حکومت برطانیہ سے نہیں لڑ رہی ہے بلکہ ہندوستان کی سیاسی زندگی کے ان عناصر سے لڑ رہی ہے جو کانگریس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ آنے والے انتخابات کی مہم میں یہی ہو رہا ہے۔ کانگریسی لیڈر ان لوگوں کی آواز کو بند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو اہم معاشی اور سماجی مسائل عوام کے سامنے لا رہے ہیں اور عوام کو یہ بتا رہے ہیں کہ وہ اپنا حق رائے دہی استعمال کرتے وقت ان مسائل کو معیار قرار دیں۔ کانگریس کی تشدد آمیز پالیسی کی متعدد مثالیں ملک کے سامنے آ چکی ہیں۔ ترقی پسند جماعتیں جب پرامن طور پر اپنے جلسے منعقد کرتے ہیں تو ان جلسوں میں منظم طور پر تشدد استعمال کیا جاتا ہے اور ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ لاٹھی، اینٹ اور پتھر آزادی کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان روزہ داروں کی طرف سے ہوتا ہے جو اہنسا

کی دادو دہی پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔ کوئی شخص یہ باور نہیں کر سکتا کہ کانگریسی صاحب کو تشدد استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور نہ کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ ترقی پسند جماعتیں کانگریس کی آزادی تقریر میں خلل انداز ہو رہی ہیں۔ ملک کے تمام اخبارات پر کانگریس کا پورا کمل طرح تسلط ہے۔ کانگریس کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے جلسوں میں ہزارہا لوگ شریک ہیں۔ مگر دوسری جماعتوں کے جلسے بھی کامیابی سے منعقد ہوتے ہیں تو انہیں ہنگامہ کرنا چاہئے۔ اگر ترقی پسند جماعتیں عوام کو دھوکا دے رہی ہیں اور غلط پروپیگنڈہ کر رہی ہیں تو کانگریسی اخبارات میں ان کا نام میں ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ ان جماعتوں کو بے نقاب کیا جا سکتا ہے لیکن تشدد کا استعمال اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ کانگریسی لیڈروں کے موقف قابل تحسین نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ عوام اصل حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

ایک طرف حقائق کا خفا چھپایا جاتا ہے اور دوسری طرف کذب کا پرچار۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو فریب دینے کے لئے کانگریسی لیڈر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حسب دستور اس مہم کی قیادت پنڈت نہرو فرما رہے ہیں۔ صوبہ متحدہ کے مشرقی اضلاع کا دورہ کرتے ہوئے پنڈت جی نے ۱۹۴۲ء کی تحریک کی تائید میں جذبات کا ایک طوفان برپا کرنے کی کوشش کی۔ ان کا ادعا ہے کہ عوام کی قربانی نے کانگریس کو اور مضبوط اور مستحکم کر دیا ہے۔ پنڈت جی نے عوام کی یہ خواہش کی ہے کہ وہ دوسری جماعتیں کو صرف ایک معاہدے چاہیں۔ ۱۹۴۲ء

کی تو ڑ پھوڑ کی تحریک میں دوسری جماعتوں کا کیا حصہ رہا ہے۔ قوم پرست لیڈروں کی سیاسی دیانت پر یہ عجیب و غریب تنقید ہے کہ وہ جیلوں میں سے یہ لیڈر جیل میں بیٹھ کر اپنے آپ کو اس سے متعلق ظاہر کرتے رہے تھے۔ جیل سے باہر آنے کے بعد ووٹ حاصل کرنے کے لئے ان ہنگاموں کو قیادت کا معیار قرار دیا جاتا ہے۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ عوام نے جو قربانیاں کیں وہ کانگریس کے لئے نہیں کیں بلکہ یہ نتیجہ تھیں اس فریب کا جس میں کانگریس نے عوام کو مبتلا کر دیا تھا۔ عوام کو ان لیڈروں نے اس بات پر اکسایا کہ وہ اپنے ہی ہم وطنوں کی جان و مال کو نقصان پہونچائیں اور انہیں یہ فریب دیا گیا کہ اب برطانوی حکومت ختم ہو چکی ہے۔ ان چیزوں کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے کہ حقائق کو جلد فراموش کر دیا جاتا ہے اور قصے اور افسانے آسانی سے پھیلائے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۴۲ء کی تو ڑ پھوڑ کی تحریک کو جن لوگوں نے چوکہ صرف یہ تھا اس کی تعریف و توصیف سے مقصد یہ ہے کہ عوام کو یہ باور کرایا جائے کہ کانگریس اور عوام میں اتنا گہرا ربط ہے کہ عوام دوسری جماعتوں کی بات سننے کے لئے کبھی آمادہ نہیں ہو سکتے۔ ڈاکٹر پٹابھی سیتا رامیا کے الفاظ میں عوام کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ملک میں صرف دو جماعتیں ہیں۔۔۔ کانگریس اور حکومت برطانیہ۔ اور جو شخص کانگریس کے ساتھ نہیں وہ حکومت برطانیہ کا ایجنٹ ہے۔ عوام رواداری کا ایک انتہائی مظاہرہ ہے کہ جو لوگ ملک کے مستقبل سے متعلق اختلافات رائے رکھتے ہوں ان کی نیتوں کی نسبت شبہ کیا جائے۔ یہ ایک کھلا فریب ہے ایک اور فریب بھی ملاحظہ ہو۔ رائے بریلی میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ جب آپ انتخابات آزادی حاصل کرنے کا ایک دستوری ذریعہ ہیں اور اسی لئے کانگریس انتخابات میں حصہ لے رہی ہے۔ اس سوال کا کیا جواب ہے کہ کانگریس جواب تک کھلی طور انقلاب

کی ہتھیب کر رہی تھی اچانک دستوری طریقے اختیار کرنے کی وہ قائل ہو گئی۔ پنڈت نہرو کے بیان سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ چونکہ انتخابات کے ذریعے آزادی حاصل ہو گی اور چونکہ کانگریس ہی تنہا ایک ایسا ادارہ ہے جو آزادی کے لئے لڑ رہا ہے لہذا لوگوں کو چاہئے کہ صرف کانگریس کو ووٹ دیں۔ یہاں ان متعدد بیانات کا تذکرہ غیر ضروری ہے جو کانگریسی لیڈر شائع کر رہے ہیں اور انتخابات کی مہم کے سلسلہ میں شائع کریں گے۔ ان تمام بیانات کی ایک خصوصیت ہے ۔۔۔ عوام کو اس فریب میں رکھنا کہ وہ تمام جماعتیں جو کانگریس سے اختلاف رکھتی ہیں برطانیہ کی حمایت میں اور انہیں دوسرے نہ دینا چاہئے۔"

دوسری طرف یہ منظر بھی قابل دید ہے کہ انتخابات میں امیدوار بننے کے لئے خود کانگریسی لیڈروں میں شدید قسم کی رقابت پیدا ہو گئی ہے۔ مثلاً مدراس میں ایک کانگریسی لیڈر جس کو عہدہ وزارت کی بڑی خواہش ہے اس امر پر سخت احتجاج کر رہا ہے کہ راجگوپال اچاریہ جو دوبارہ کانگریس میں شریک ہو گئے ہیں۔ صوبہ متحدہ کی کانگریس میں امیدواروں کو انتخابات میں کھڑا کرنے کے لئے ایک کشمکش جاری ہے۔ اس دفعہ انتخابات کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ کارخانہ دار اور تجارتی مفادات کے نمائندے براہ راست کانگریس کی طرف سے امیدوار بننے کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ صوبہ بہار کی جو دیوان تجارت ہند کے نمائندہ ہیں کانگریسی امیدوار نامزد کیا گیا ہے۔ مفادات خاصہ کے ساتھ اس طرح کی طرفداری رائے دہندوں پر کچھ اچھا اثر پیدا نہیں کرے گی۔ ان حرکتوں سے ترقی پسند جماعتوں کو تقویت پہنچے گی۔

(انڈین پیٹریاٹ)

ہندی ساہتیہ سمیلن جے پور

مسٹر منشی کا حیدرآباد پر اعتراض

ہندی ساہتیہ سمیلن کا چھبیسواں اجلاس آخر جے پور میں ہوا اور ہو گیا۔ سمیلن کے افتتاح کی رسم سر مرزا اسماعیل نے ادا کی۔ آپ کی افتتاحی تقریر کے دوران میں جو شاید ہو یا حاضرین کے ایک حصہ کی جانب سے جو نہایت شرمناک تھا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اگر کسی سے ہندی والوں کی سنسکرتی پنپ سکی تو اور تہذیب کا معیار قائم کیا جائے تو درست ہوگا؟ شاید سر مرزا ہندی کے جلسوں میں آئندہ پہنچ کر تشریف لے جایا کریں گے۔

لیکن سمیلن میں کیا ہوا اس کی کل تفصیل اخبارات کے نامہ نگاروں کی رپورٹ میں سے لی۔ یہاں صرف استقبالیہ کمیٹی کے اور سمیلن کے اجلاس کے صدر حضرات کے خطبوں میں سے چند باتوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

صدر استقبالیہ نے راجستھانی اور ہندی کے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ راجستھانی کی ترقی کے بغیر ہی صوبائی زبانوں کی ترقی کے بغیر ہندی نہیں پنپ سکتی۔ اس پر زور دینے کی ضرورت تھی کیونکہ سمیلن کے پروگرام میں صوبہ کی اپنی صوبائی بولیوں کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں رکھی گئی تھی۔ جب سے ہندی والوں کا امتحان شروع ہوا سمیلن کی آنکھیں کھلنے لگی ہیں۔ آپ نے کہا۔

ہندی بھاشا کے اتہاس اور وکاس کے لئے راجستھانی بھاشا کے ساہتیہ کی شودھ پرم آوشیک ہے اس سے راجستھانی ساہتیہ کے ایک بڑے انگ جو آج چھپے پڑے ہیں پرکاش میں آ سکیں گے۔

سمیلن کے کارکنوں کو معلوم ہوا ہوگا کہ ابھی کتنی زبانوں کے چھپے ہوئے رتنوں کی دریافت باقی ہے۔ اور ہندی کے ماہرین کیا سکتے ہیں۔

سمیلن کے صدر مسٹر کے ایم منشی گجراتی ہیں صاحب چونکہ اردو صحافت کے دشمنوں میں سے ہیں اور شاید اب تک لاہور کے ایک اردو اخبار کے مشیر ادارت سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے خطبے کی پرواز اور تعلی سے پایا جاتا تھا کہ انہیں کام سرکے کام زیب آتا ہے۔ اردو اور ہندی کی پیدائش سے جو کوائف انہوں نے شروع میں پیش کئے وہ ان کی ناواقفیت یا تعصب کا ثبوت ہیں۔ انہوں نے اقرار کیا کہ مسلم بادشاہوں نے ہندی کو فنا نہیں کیا بلکہ اس کی سرپرستی کی۔ مگر گرسوامی ہی اور ان کے ہم خیال اردو کے خلاف اپنی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ انہوں نے ڈھٹائی سے پنجابی زبان کو ہندی کی شاخ بتایا۔ حالانکہ پنجابی زبان ہندی سے صدیوں پہلے کی ہے لیکن جب آدمی صداقت کی طرف سے آنکھوں پر ٹھیکریاں رکھ لے تو اس کا کیا علاج۔ پیا کی ہندوستانی کمیٹی آل انڈیا ریڈیو بجیٹ وغیرہ کا ذکر کرنا ہی تھا ہو آیا اور زور شور سے آیا۔ اور اردو بے چاری تو ان کی عنایات کا نشانہ اول سے آخر تک رہتی ہی تھی۔

ایک بات اس سمیلن کے سلسلے میں نہایت دلچسپ یہ معلوم ہوئی کہ ان حضرات کے خطبے سنسکرت کے نامانوس الفاظ سے ایسے بوجھل تھے کہ سننے والے اونگھتے اور جمائیاں لیتے یا آپس میں مطلب پوچھتے لیکن یہی حضرات جب تجویزوں کے بحث مباحثے میں تقریر کرتے تو دوسری زبان استعمال کرتے یعنی سہل اردو۔ ایسا ہی حال تجویزوں کے محرکوں کا تھا یعنی تقریر تو ٹھیٹ راشٹر بھاشا میں ہوتی اور جو بحث مباحثے کے دوران میں ہوتیں تو وہ زیادہ سے زیادہ اردو میں ہوتیں گویا وہ بزم اپنی اصلیت پر ہی...

جاتے ہے۔

مسٹر منشی کی جادو بیانی

مسٹر منشی نہایت کامیاب وکیلوں میں سے ہیں۔ کانگریسی گورنمنٹ میں وہ بمبئی میں منسٹر بھی تھے وہ اور بھی کچھ ہوں لیکن لسانیات کے معاملے میں جو باتیں انہوں نے بے پورمیں راشٹر بھاشا پرشد کے جلسے میں کہیں ہندوستان کی لسانیاتی تاریخ کی مستند دستاویزوں کے خلاف ہیں۔ تاریخ ہند سے بعض واقعات اخذ کر کے اپنی راشٹر بھاشا کے حق میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ محض جادو بیانی ہے اور کچھ نہیں۔ وہ خود دھوکے میں ہیں اس لئے اس دھوکے کا پرچار کوئی انہونی بات نہیں۔ نہ معلوم وہ سنسکرت کس زبان کو کہتے ہیں اور ہندی کس زبان کو۔ مگر ان کے قول کے مطابق سنسکرت قدیم زمانہ میں عام بول چال کی زبان ہوتی تو حیا سا اور سہولت سے لاکھوں برس کی سنسکرت ہی سے کام لیا جاتا۔ محققوں کی جن میں ہندو عالم بھی شامل ہیں یہ رائے ہے کہ سنسکرت کبھی عام زبان یعنی لنگوا فرانکا ہی نہیں۔ ہاں علمی تعلیمات سنسکرت میں ہوتی تھیں اور پاٹ شالاؤں میں وہ اسی طرح پڑھائی جاتی تھی جس طرح مکتبوں میں فارسی۔ یعنی سنی اور ششٹ لوگوں کے لئے یہی بھاشا استعمال کی جاتی تھی۔ فرمایا ہے۔

> ایک زمانہ ہندوستان میں تھا
> وہ جنتی اردو نہیں تھا ہے جہاں
> کوئی سے فی صدی آبادی سنسکرت
> یا سنسکرت آمیز اردو کی بولیاں
> کی زبانیں بولتے ہیں۔۔۔۔۔۔

آگے کشمیر وغیرہ کا ذکر آتا ہے جن کی آبادی کو راشٹر بھاشا سے کچھ واسطہ ہی نہیں اور دیوناگری رسم خط سے مطبوعہ کلام کا ایسا کرنا عجب ہے یا نہیں کہ انہوں نے کیونکر اردو کو فرقہ وارانہ زبان بنا دیا جس کی نسبت سب ہی کہتے ہیں کہ اس میں اور ہندی میں فرق صرف یہ ہے کہ ایک میں فارسی کے اور دوسری میں سنسکرت کے الفاظ خصوصیت سے شامل ہیں۔ مگر کیا وجہ ہے منشی جی ... اس کا جواب دیں گے کہ جن کی بولی ... کے دوران میں اردو کی

جو کم از کم ہندی ذرائع سے ہمارے سینوں پر ٹھونسی گئی اور جنھوں نے اسے ناپسند کیا انہیں جیل بھیجا گیا اور مسز ایمی ڈی بیٹیں پر کیا بات تھی۔ ہم اس ناجائز عمل کی نسبت اور کوئی لفظ استعمال کرنا نہیں چاہتے۔ ایک جگہ غیر ملکی زبان کی جگہ ملکی زبان کو رواج دیا گیا ہے دیکھا جاتا ہے دوسری جگہ دیسی صوبائی زبان کی جگہ ایک نامانوس اور نو زائیدہ زبان کو زبردستی لوگوں پر لادا جاتا ہے۔ جو لوگ منشی صاحب کے جادو کے اثر سے بری ہیں وہ فرق سمجھ سکتے ہیں۔

مسٹر منشی نے کہا ہے ہندی مستقبل کی زبان ہندوستان کی ہے کیا وہ بتائیں گے کہ بلٹن کے معنی ان کی ڈکشنری میں کیا ہیں؟ آخر وہ اور ان کے ہم خیال حضرات چاہتے کیا ہیں؟ کیا ان کا یہ پروگرام ہے کہ جب ان کی حکومت ہوگی تو سونتر بھارت کا قومی بے پور میں بار بار اور زور سے استعمال ہوا ہے تو ہندی نہ بولنے والوں کو ٹکٹ ہند کرو دیا ہے گویا جیل کے اندر ڈال دیا جائے گا۔

نہ معلوم اس ذہنیت کا بنیادی سبب ہے جو سنسکرت اور سنسکرتی راشٹر اور سونتر کے پردے میں کام کر رہی ہے۔

(ہماری زبان)

راجہ جی کی سرگرمیوں کی مذمت

بمبئی ... (...) صوبائی کانگریس کمیٹی کا اجلاس آج سہ پہر شدید جوش کے ماحول میں شروع ہوا۔

تامل ناڈو کے کارکنوں کی کانفرنس میں مسٹر ... کانفرنس نے ایک قرارداد منظور کی جس میں گزشتہ تین سال کے دوران میں راجہ جی کی سرگرمیوں کی مذمت کی گئی تھی۔ مسٹر راج گوپال چاری کے حامیوں نے شدید احتجاج کیا اور اٹھ کھڑے ہو گئے کچھ دیر تک انتشار پھیلا ہوا رہا پھر ضبط و نظم قائم کر دیا گیا۔ شرما نے کہا کہ وہ لوگ جو قرارداد کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں پر کرنے کا حق ہے۔

مسٹر ... (...) ...

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ایک بات ہندی ساہتیہ سمیلن کے جلسے میں نہایت دلچسپ معلوم ہوئی کہ ان حضرات کے خطبے سنسکرت کے نامانوس الفاظ کو اتنے لدے پھندے تھے کہ سننے والے اونگھتے یا جماہیاں لیتے یا آپس میں مطلب پوچھتے لیکن یہی حضرات جب تجویزوں کے بحث مباحثہ میں تقریر کرتے تو دوسری زبان استعمال کرتے یعنی سہل اردو۔ ایسا ہی حال تجویز کے محرکوں کا تھا یعنی پہلی تقریر تو خیر ٹھیٹھ راشٹر بھاشا میں ہوتی اور پھر جو تقریر مباحثہ کے دوران میں ہوتی وہ اردو میں ہوتی کیونکہ اس موقع پر وہ لوگ بھی بولتے۔ (ہماری زبان)

مہاراجہ ریوا کی جانب سے کامل ذمہ دارانہ حکومت عطا کئے جانے کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے مہاراجہ ریوا کو مبارکباد دی اور انگلستان و حکومت ہند سے خواہش کی کہ وہ مہاراجہ ریوا کی پالیسی کی تائید کرتا اپنا اعلان جاری کرے اور مستقبل قریب میں ذمہ دار حکومت کے قیام کے لئے ضروری کارروائی کرے۔ (ایک خبر)

تو گویا ریاست ریوا میں بھی ذمہ دارانہ حکومت قائم نہیں ہوئی [illegible] کا تمام [illegible] سیاسیات حکومت ہند کی منظوری کی [illegible] ہے۔ ہم بھی تو یہی سوچ رہے تھے کہ [illegible] کی موجودگی میں ذمہ دارانہ حکومت [illegible] اعلان چہ معنی دارد؟ ریوا اور اندور [illegible] ریاستوں میں جس قسم کی ذمہ دارانہ حکومت قائم ہے ایسی حکومت تو مملکت آصفیہ کی ہر [illegible] اور ہندوستان میں موجود ہے مگر پنڈت نہرو کو کبھی توفیق نہیں ہوئی کہ راجہ صاحب ٹہری یا نواب دوست محمد خاں کو مبارکباد کا تار روانہ کرے۔ کیا محض اس لئے کہ ان اصحاب نے پروپگنڈے کے مختلف حربے استعمال نہیں کئے۔ پنڈت جی بھی کتنے بھولے ہیں۔

اسٹاک بروکرس اسوسی ایشن کے جلسہ میں متعدد سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسٹر فاروق نے شکر سازی کے [illegible] کی توقع ظاہر کی۔ (اسوسی ایٹیڈ پریس)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ماضی ہے مردہ اور مستقبل [illegible]
حال ہے زندہ اس میں کیا کچھ دم باقی رہ گیا ہے

آندھرا [illegible] کانفرنس نے اپنی ایک قرارداد میں کہا ہے کہ:

"آج ہندوستان آزادی کی کشمکش کرنے والے سارے ملک
برطانیہ کی قیادت کرے گا"

اس بلند آہنگی کے متعلق کیفی اعظمی نے کہا تھا۔

پرجوش عمل سے نہ سروکار کہیں
بڑھتی ہے خوابوں سے مہمات کہیں
الٹے ہیں اپنوں پہ جو [illegible]
وہ دشمن سے آنکھیں ملاتے ہیں

افسوس اس بات کا ہے کہ [illegible] کے انگریز جاننے والے زبان اور قیمے کے تشدد سے [illegible] ہیں۔ (پیام)

اس کو کہتے ہیں دروغ [illegible] کمیونسٹ پارٹی اور ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی کے جلسوں میں جب کانگریسی محبان وطن نے اینٹ پتھر لاٹھی اور چھری کا جو آزادانہ استعمال کیا تھا، شاید عدم تشدد تو حقیقت [illegible] جو کچھ بھی ہو معاصر محترم [illegible] کے ذہن تو خوبی انجام دے رہی ہے۔

ہندی بھاشا کے پرچارکوں اور ان کے لئے اصطلاحی بھاشا کے ساہتیہ کی تحریر پڑھ کر تو ٹھیک ہے۔ کہ اس اصطلاحی بھاشا کے [illegible] رتن جو چھپے پڑے ہیں [illegible] نکالیں ہم۔ (صدر استقبالیہ ساہتیہ سمیلن)

یہ ایک نمونہ ہے اس مشترکہ زبان کا جو کانگریس کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں رائج کی جائے گی۔

دکن نیوز کے ذریعہ یہ خبر شائع ہوئی کہ [illegible] مسلمین کے سالانہ جلسہ کی تیاریاں سرعت کے ساتھ عظیم الشان پیمانہ پر ہو رہی ہیں۔ اس خبر کا ایک جز وہ ——— جو ہر سال شائع کردیا جاتا تھا ——— اس سال ترک ہو گیا ہے۔ یعنی یہ کہ [illegible] ہند کے [illegible] اور اسلامی ممالک کے سربرآوردہ اصحاب کے نام دعوت نامے جاری کردئے گئے ہیں۔ [illegible] صاحب شعبہ تشہیر فوری توجہ فرمائیں۔

ہندوستان میں حق خود ارادیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ (رائٹ آنریبل سری نواس شاستری)

مسٹر شاستری نے کانگریس کے دل کی بات کہہ دی اور نادانستہ طور پر کانگریس کو اس کے اصلی روپ میں پیش کردیا ———

نادان دوست!!

معاصر "نیو دکن" نے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس میں مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ علاقہ [illegible] میں [illegible] کی تنخواہیں ۱۰، ۱۵، ۲۰ روپے ہیں۔

ایسی مدد سے تو [illegible] زیادہ [illegible]

ریاستوں میں ذمہ دارانہ حکومت کا سوال اس وقت تک باقی ہے جب تک ریاستوں کے بسنے والے ایمان دوست ریاستی عوام کو [illegible] تسلیم نہ کریں۔ (رعیت)

خود معاصر موصوف [illegible] حضرات ریاستی عوام [illegible] نہیں جانتے کہ دوست کیا ہوتا ہے۔ اب اس کے حضرات [illegible] ہے کہ [illegible] ذمہ دارانہ حکومت کے نام سے [illegible] خواہش مند ہیں ——— رعیت سے عوام!!

تخمیناً ایک [illegible] مجلس قائمہ کل ہند ریاستی پرجا کانفرنس کا ایک اجلاس ریاست کشمیر کے دارالخلافہ سری نگر میں [illegible] پر منعقد کیا گیا تھا جس میں دور دراز مقامات سے متعدد ریاستی [illegible] کی [illegible] نے گرمجوشی سے شرکت کی تھی۔ (مشیر دکن)

ہماری اطلاع یہ ہے کہ یہ سب خود ساختہ نمائندے تھے کم از کم پنڈت دیو اور [illegible] کو بھی نمائندہ نہیں بنایا تھا۔

فلسطین میں یہودیوں کی دہشت انگیزیاں

بیت المقدس [illegible] کی ایک غیر سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فلسطین میں یہودی دہشت پسندوں نے آج علی الصباح ریلوے لائن پر حملہ کرکے پٹری کو بہت مختلف مقامات پر کاٹ دیا ہے اور جافہ سے دس میل دور ایک [illegible] اسٹیشن پر بہت سخت حملہ کیا۔ ریلوے اسٹیشن کو بری طرح مجروح کیا گیا اور عمارت کو آگ لگادی گئی۔ حیفہ کی گودی کو بھی نقصان پہنچایا گیا۔

یروشلم کے پاس کل آدھی رات کے قریب ایک یہودی [illegible] پارسل کے پاس ایک وقت مقررہ پر پھٹنے والا بم ملا۔ اب تک کم از کم [illegible] ہو چکے ہیں اور دس بری طرح زخمی ہو گئے [illegible] ہلاک اور مجروح ہونے والے [illegible] برطانوی سپاہی فلسطین کے [illegible] ملازمین شامل ہیں۔

نصیب سنگ بنیاد عجائب خانہ کنڈاپور

نواب صدر اعظم بہادر نے تاریخ ۵ ر ... سررشتہ کنڈاپور کے عجائب خانے ... بنیاد کی تنصیب فرمائی۔ اس موقع پر ... خواجہ محمد احمد صاحب ناظم سررشتہ ... آثار قدیمہ نے ایک سپاس نامہ پڑھا جس میں اس قدیم شہر کے آثار کے دریافت ... ہونے کی اہمیت اور تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ ۔

کنڈاپور برباد ہو جانے کے کرتے ... دو ہزار سال قبل کس طرح ایک آباد شہر تھا ... یہاں کی مصنوعات، مکانات اور جواہر ... اپنے میں تہذیبی اور ثقافتی اہمیت رکھتے تھے ... دوسری صدی عیسوی کے بعد یہ مقام ... ہو گیا اور رفتہ رفتہ ایسا گم نام ہوتا گیا کہ آج سے چھ سات سال پہلے تک اس ... کی عظمت اور اہمیت کا کسی کو پتہ نہ ... محکمہ آثار قدیمہ نے جب کبھی میں تحقیقاتی ... کی بنا ڈالی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ... افزا ہوئے قدیم چیزوں سے پہچانے گئے ... علامت پیدا کرتی جس کی کھدائی میں میں نے ... ایک ٹھیکری کو میرے ساتھ قدیم پر تمول ... کے مکنے جمع کرنے کا موقع ملا۔ حسن اتفاق سے وہ یہاں نکل آیا اور اس مقام کی ٹھیکریوں نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔ ان ٹھیکریوں کو جمع کر کے وہ میرے پاس لایا ... ان کی ساخت، اجزا، رنگ اور جلا کی بنا ... مجھ کو ان کی قدامت کا یقین ہو گیا ... فوراً ہی اس مقام کے معائنہ کے لئے ... روانہ ہو گیا اور تھوڑی ہی تلاش کے بعد ... مجھ کو متعدد ایسی چیزیں مل گئیں جن کی بنا ... یقین کے ساتھ ان کو دوسری صدی ... قبل مسیح سے دوسری صدی بعد مسیح تک ... کے اندھرا سلاطین کی طرف منسوب کر سکتا ہوں۔ ان ... میں تو تمی پیدا کا سکہ بھی ... شریک ہے جس کا زمانہ دوسری صدی عیسوی کے قریب ہے۔

... کی مالی تعاون سے ساتھ ... دیگر زمین میں ... آثار پائے جانے

بی نمایاں طور پر ... ہی گئی اور یہاں کھدائی کا کام شروع کیا گیا۔ نتائج نہایت ہمت افزا ہیں۔ اکثر مقامات پر صرف چند فٹ کی گہرائی پر قدیم عمارتوں کی بنیادیں محفوظ حالت میں دستیاب ہوئیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ سالہا سال کی کوشش کے بعد بھی یہ آثار کیونکر محفوظ رہ سکے۔ مٹی کی پتلیاں جو یہاں دستیاب ہوئی ہیں اپنی نزاکت، حسن کاری، جذبات کے اظہار میں بے مثل ہیں۔ مٹکے اور کھلونوں کے اونچے قسم کے پائے گئے ہیں۔ یہاں ایسا حصہ بھی ملا جہاں قدیم صنعت کے آثار، بھٹیاں اور متعلقہ چیزیں پائی گئیں۔ دوسرے حصہ میں خانقاہیں اور بدھ مذہب کے معابد پائے گئے۔ ان کی تعمیر میں بڑی بڑی اینٹیں استعمال کی گئی ہیں جن میں سے بعض کا حجم ۲۰ × ۱۰ × ۳ ہے۔ کام کی اہمیت اور فنی دقیقے پر مبنی مرحوم ... نواب ... بہادر ... ڈاکٹر صدر ناظم محکمہ آثار قدیمہ برطانوی ہند کے حسب ذیل نوٹ سے ہو سکتا ہے۔

"جس احتیاط اور فنی دقیقہ پر
یہاں کام کیا گیا ہے اگر اسی
طرح احتیاط کیسا تھ یہ جاری
رہے تو مجھ کو کوئی شبہ نہیں کہ
کنڈاپور آئندہ ایک مشہور مقام
ہو جائے بلکہ یہ کہیے کہ جنوب
کا ٹیکسلا بن جائے گا۔ میری
دعا ہے کہ اس دلچسپ کھدائی
میں خواجہ محمد احمد کو کامیابی
حاصل ہو"

اس میں شک نہیں کہ کام دوران جنگ میں جاری رہا۔ لیکن اب محکمہ آثار قدیمہ کی تمام ملک کے مایہ ناز امیر نواب ظہیر یار جنگ بہادر کے دست مبارک میں آگئی ہے اور صرف کنڈاپور ہی کے متعلق مفید اور موزون تجاویز زیر غور نہیں ہیں بلکہ عجائب خانہ حیدرآباد کے مزید عمارت کی تعمیر کے اسکیم، ستوپ کی اسکیم، کتبات کی اسکیم، ترتیب فہرست نوادرات کی اسکیم قریب قریب پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں۔ علاوہ ازیں گنبد کا پراجیکٹ کے تحت جو حصہ زیر کاشت پانی میں آب ہو جائے گا اس کی مکمل سروے اور نوادر کا مجمل تاریخ سے متعلق لائحہ عمل کے اضافہ کی تجویز نیز اضلاع میں عجائب خانوں کے قیام کی تجویز کو سرکار عالی نیا ضانہ سرپرستی حاصل ہونے والی ہے۔ اس ضمن میں بڑی فروگذاشت ہو گی اگر نواب علی یاور جنگ بہادر اور مولوی سید محی الدین احمد صاحب رضوی معتمد امور عامہ کی اس گہری دلچسپی کا ذکر نہ کیا جائے جو ان کارروائیوں کو انتہائی سرعت کے ساتھ روبہ عمل لانے میں فرمائی گئی ہے۔

آخر میں فضیلت مآب کی اس قدر کرم کا شکر گزار ہوں جو سررشتہ آثار قدیمہ کو جملہ کارروائیوں کے عملی جامہ پہنانے میں میسر رہی۔ رامپا کے دیول کی درستی کے لئے آپ نے اپنی اقتدار کی مدت میں رقم مرحمت فرمائی۔

مسلی کے عجائب خانہ کا آپ نے بنفس نفیس افتتاح فرمایا اور آج کنڈاپور کے عجائب خانہ کی عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے نصب فرما رہے ہیں۔

ایشیائی ممالک کی ایک کانفرنس فوراً طلب کرنے کی مطالبہ

لندن ۱۰ اکتوبر۔ مانچسٹر کے نامہ نگار خصوصی نے برلن سے اطلاع دی ہے کہ قوم پرست تائیوان ... سینگ نے آج ایک ملاقات میں اس کا مطالبہ کیا کہ مختصر ترین دور میں حصول آزادی کی ایک متحدہ مہم جاری کرنے کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ایشیا کے عوام کی ایک ایشیا تک پورے کانفرنس طلب کی جائے۔ ... سینگ نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جنوبی مشرقی ایشیا کے ممالک کی اتحاد کی شدید ضرورت ہے تاکہ ہم تو مہ کی اس کانفرنس کی امداد سے ہم ایک منصوبہ تیار کر سکیں گے تاکہ ہم اپنے ممالک سے اپس میں اشتراک کر کے جنگ آزادی حاصل کر سکیں۔

اس کانفرنس کے سلسلے میں ہند چینیان برما، ملایا، سیام، چین، مشرق الہند، سیلون، فلپائن، چین، جاپان کے مندوب مدعو کئے جائیں بشرطیکہ جاپان میں جمہوریت قائم ہو۔ اس طرح ہم ... کر سکیں گے کہ ہم آپس میں بہتر طریقے سے کس طرح اشتراک کر سکتے ہیں اور اقتصادی اور سیاسی آزادی اور باہمی تعلقات کس طرح خوشگوار بن سکیں گے۔

آگے چل کر اسٹریٹ ... سینگ نے کہا اس میں شک نہیں چین، جاپان اور نا ... فلپائن کے اپنے جداگانہ مسائل ہیں مگر اس کے باوجود جس ایشیا میں ... مختلف ممالک کی تشکیل بھی اپس میں متحدہ ہو کر اقدام کرنا چاہیے اس لئے ہم سب کی ایک ہی حالت ہے۔ ڈاکٹر سوئیکارنو نے ہندی میں اس کا وعدہ کیا ہے کہ وہ سب کچھ حاصل کر لیں گے جو دوسرے ممالک ... سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اہل برما اور ہندستان

ہم اہل برما ہندوستان کو متحدہ دیکھنا چاہتے ہیں اور ہندوستان کے ساتھ اشتراک و تعاون کی توقع رکھتے ہیں۔ جیسے ہم آپ سے کہا ہم ہندوستان کو بلا تاخیر آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔

پاکستان

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے میرا خیال ہے کہ اگر حق خود ارادیت کے حصول کے لئے پاکستان ضروری ہے تو پھر یہ مطالبہ بھی برا انصاف ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر پاکستان کا مطالبہ باعث ... ہے مجھے توقع ہے کہ پاکستان کی ضرورت لاحق ہو گی لیکن اس کا فیصلہ خود ہندوستانی ہی بہتر طریقہ پر کر سکیں گے۔ ہم اہل برما ہندوستانی سیاسیات سے بہت کچھ درس لیا کرتے تھے لیکن اب یہ حال نہیں۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے آپ کو حالات کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ میں نے پنڈت ... اور جواہر لال نہرو سے ملاقات کی ہے اور آج ... چلا جانا چاہتا ہوں۔ ہماری قومی تحریکوں کی تکمیل کے سلسلے میں ہماری آنکھیں ہندوستان کی طرف ... میں ... ہندوستانی ... حقیقت ... کے ... آزادی ... وقت ...

جدید مملکت پر اقبال کی تنقید

از

ڈاکٹر یوسف حسین خان

بسلسلہ گزشتہ

جب تک تمام دنیا کی تعلیمی قوتیں اپنی توجہ کو محض احترام انسانیت کے درس پر مرکوز نہ کر دیں، یہ جابر قوموں اور زبردستوں کی بستی بنی رہے گی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہسپانیہ کے باشندے ایک نسل ایک زبان، ایک مذہب اور ایک تمدن رکھنے کے باوجود محض اقتصادی مسئلوں کے اختلاف پر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں اپنے تمدن کا نام و نشان مٹا رہے ہیں۔ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ قومی وحدت بھی ہرگز قائم و دائم نہیں ہے۔ وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے۔ اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے۔ جو نسل و زبان و رنگ سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو پاش پاش نہ کر دیا جائے گا جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا۔ جب تک جغرافی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکیں گے۔ اور اخوت حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے۔

اپنی شاعری اور فکر کے ابتدائی دور میں اقبال نے ہندوستان کی متحدہ قومیت کے مسئلہ پر غور کیا تھا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کا بھی وہی طرح کا وطن ہے جس طرح اس کے دوسرے باشندوں کا، مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں اس ملک کو اپنا وطن بنایا اور یہیں بس گئے انھوں نے اس کی حفاظت کی اور صدیوں تک اپنا خون بہایا اور بعض اوقات خود اپنے ہم مذہبوں سے ہندوستان کی خاطر جنگ کی۔ چنانچہ اقبال کی اس زمانہ کی بعض نظمیں وطن پرستی کے جذبات سے مملو ہیں اور اردو ادب میں اب تک اپنی نظیر آپ ہیں۔ ترانۂ ہندی، نیا شوالہ اور ہندوستانی بچوں کا گیت اسی رنگ کی ہیں۔

اقبال کو ہر اچھے جذبات رکھنے والے شخص کی طرح وطن سے محبت ہے۔ لیکن وہ وطنیت سے بیزار ہے جو ایک مستقل نظریۂ حیات ہے جس کی تبلیغ سب سے پہلے مغربی دنیا میں مخصوص اغراض کے تحت ہوئی۔ بد قسمتی سے ہندوستان کے نام نہاد وطن پرستوں نے بھی اہل مغرب کی ریس میں ہندوستان کی ہیئت اجتماعیہ کے نشو و نما کے لئے انہیں اصول حیات کو اختیار کرنا ضروری سمجھا جو یورپ میں جنگ و فساد کے موجب ثابت ہوئے ہیں۔ اور جو اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں۔ مغربی تصورات کے تحت اس ملک کی اکثریت نے ہندوستان کی ہیئت اجتماعیہ کی تنظیم کے لئے جو نقطۂ نظر اختیار کیا وہ نہ صرف یہ کہ اسلامی روایات کا نقیض تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس سے مسلمانوں کی باہمی ہم رنگی اور اشتراک عمل کو سخت صدمہ پہونچنے کا اندیشہ تھا چنانچہ ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس (الہ آباد) میں اقبال نے ہندوستان کی متحدہ قومیت اور اس ملک کے مشترک مفاد کے متعلق جو اظہار خیال کیا وہ اساسی حیثیت رکھتا ہے اس خطبے میں اقبال نے بتایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ ان علاقوں میں جہاں انھیں اکثریت حاصل ہے اس قابل ہوں کہ اپنی تہذیب و روایات کو آزادی کے ساتھ ترقی دے سکیں۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ تسلیم کر لیا جائے کہ فرنگی جمہوریت کے اصول اس ملک کے مخصوص حالات کے لئے موزوں نہیں ہیں اقبال نے اسلامی ہند کی سیاسی تشکیل کے تصورات کو سب سے پہلے اس موقع پر پیش کیا۔ جس کی رو سے پنجاب، صوبہ سرحدی، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک علحدہ مملکت قائم کی جائے جس کو مکمل خود اختیاری کے تمام حقوق حاصل ہونے چاہئیں چاہے سلطنت برطانیہ کے اندر رہ کر یا اس کے باہر اقبال نے اس ضمن میں یہ بھی کہا کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں میں ہندوستان سے بھی محبت پیدا ہوگی اور وہ اس کی آزادی کے لئے اپنی عزیز ترین متاع بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔

اقبال جدید مملکت کی جمہوری تنظیم کو ہر ملک کے لئے موزوں نہیں سمجھتا۔ یہی جمہوریت جو کمزور قوموں کے حقوق کی علمبردار بن کر اٹھی تھی۔ آج ملوکیت کے پست ترین مناظر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ فرانسیسی جمہوریت کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ انقلاب کے وقت "قوم زندہ باد" کا جو نعرہ بے بس مخلوق کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے بلند کیا گیا تھا وہی بعد میں جمہوری فرانس کی سلطنت کو وسیع کرنے اور دوسروں کو غلام بنانے کے لئے استعمال کیا گیا۔

قوت و اقتدار کا جذبہ جدید تمدن دنیا کا سب سے زیادہ موثر جذبہ ہے۔ جس کا شکار خود جمہوریتیں بن گئیں۔ پھر موجودہ جمہوریت کے مذہبی مناظر ایسے بیچیدہ زندگی کی دشواریوں سے گریز کرنے والے اور غیر مستحقوں کو سیاسی اقتدار کی گدی پر بٹھانے والے ہیں کہ اگر اقبال بھی اس دور کے دوسرے نامور مفکروں کی طرح ان سے بیزار ہے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عمومیت کی ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اس کی بدولت انسانی ذمہ داری کے اصول کو سخت ٹھیس لگتی ہے۔ اس نظام کے تحت وہ لوگ کوئی فیصلہ کر نہیں سکتے جو ایسا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں بلکہ عوام پر اپنی رائے کی تشکیل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ انسان بھی خود کچھ نہیں سوچتا بلکہ اپنے تئیں خارجی قوتوں کا کھیل تصور کرتا ہے زمانہ کی اندھیاں اسے کبھی ایک طرف اڑائے جاتی ہیں اور کبھی دوسری طرف اپنے اخلاقی معیار سے حالات اور واقعات کو جانچنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اپنے ضمیر کے فیصلہ کو بھی دوسری کی رائے کا پابند کر دیتا ہے اس کو نہ کوئی سیاسی عقیدہ ہوتا ہے اور نہ کوئی مراقی نصب العین جس کی روشنی میں وہ اپنا قدم آگے بڑھائے۔ زندگی اس کے لئے ایک بھول بھلیاں ہے جس میں وہ ایک اندھے آدمی کی طرح ٹاکک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔ جب کوئی واضح منزل اس کے سامنے نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کو آگے بڑھنے اور حالات بدلنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہی حالات ہیں جن کے باعث جدید عمومی مملکتیں حرکت اور عمل کے لئے اخلاقی اور روحانی محرکات کی متلاشی ہیں کہ بغیر ان کے ان کا وجود خطرے میں ہے۔

انسانیت کے تمام اہم فیصلوں کو جو زندگی کے رخ کو بدلنے والے ہوں محض تعداد کے تابع کر دینا انسانیت کے لئے باعث ننگ ہے۔ جمہوریت کا بڑا عیب جس کی طرف اقبال نے اشارہ کیا ہے۔ یہ ہے کہ وہ شمار کرنا تو جانتی ہے لیکن وزن کرنا نہیں جانتی۔ جس کے بغیر ہیئت اجتماعی میں عدل و اعتدال قائم نہیں رہ سکتا اقبال نے جدید جمہوریت پر متعدد جگہ اپنے مخصوص انداز میں تنقید کی ہے یہاں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

متاع معنی بیگانہ از دوں فطرتاں جوئی
ز موراں شوخی طبع سلیمانے نمی آید
گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

دوسری جگہ کہا ہے۔

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

مستحکم اور پورا کیا جا سکتا ہے جو
تمنا ہے جو آزادی کی بے نظیر پری
کبھی آتیں وہ صلاح و رعایات تحقیق
سب شعر میں مزے پہنچے اتر خواب آزادی
گفتار و منت نے مجلس الاماں
ہیں ایک سرمایہ دار بھی وہ جنگ گری
اس سر لب جنگ ہو کر گلستاں کھا جا تو
آہ نادان قفس کو آشیاں کھا جا تو

اقبال حقیقی آزادی کی روح کا محافظ ہیں۔ آزادی خودی کی پرورش کے لئے ضروری ہے۔ غلامی کی ہے آب و رنگ زندگی انسانیت کے لئے باعث ننگ ہے۔ وہ خود آزاد منش شخص تھا اور دوسروں میں بھی آزادی کا جوہر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کو اس امر کا قوی احساس تھا کہ افراد میں اعلیٰ سیرت و کردار صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ وہ آزادی کی ہوا میں سانس لیتے ہوں۔ اس کو غلاموں کی بصیرت میں ہمیشہ شبہ رہا۔

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حُر کی آنکھ ہے بینا

اقبال نے آخری زمانے میں کلام میں جیسے ہندوستان سے اپنی محبت اور اس کی آزادی کے متعلق اظہار کیا ہے لیکن یہ محبت اس فطری جذبہ پر مبنی ہے جو ہر شخص کی قدر مشترک ہے۔ یہ محبت اس واسطے نہیں کہ دوسروں سے نفرت کی جائے اپنی نظم "شعاع امید" میں وہ مشرق کی عام بد حالی اور تاریکی کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان کی شعاع کرن سے اسی طرح اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہے۔

اک شوخ کرن شوخ مثال نگہ حور
آرام سے فارغ صفت جوہر سیماب
بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو
جب تک نہ ہو مشرق کا ہر اک ذرہ جہاں تاب
چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو
جب تک نہ اٹھیں خواب سے مردان گراں خواب
خاور کی امیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب
چشم مہ و پرویں ہے اسی خاک سے روشن
یہ خاک کہ ہے جس کا خزف ریزہ دُر ناب!
اس خاک سے اٹھے ہیں وہ غواص معانی
جن کے لئے ہر بحر پر آشوب ہے پایاب!

جس ساز کے نغموں سے حرارت تھی دلوں میں
محفل کا وہی ساز ہے بیگانۂ مضراب!
بت خانے کے دروازے پہ سوتا ہے برہمن
تقدیر کو روتا ہے مسلماں تہ محراب!
مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

پھر اہل جنت سے یوں مخاطب کرتا ہے

معلوم کسے ہند کی تقدیر کہ اب تک
بے چارہ کسی تاج کا تابندہ نگیں ہے
جاں بھی گرو غیر بدن بھی گرو غیر
افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے
یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

"جاوید نامہ" میں اقبال نے مختلف افلاک کی سیر کا حال بیان کیا ہے جو اس نے اپنے مرشد مولانا روم کے ساتھ کی تھی۔ فلک زحل پر "روح ہندوستان" سے اقبال کی ملاقات ہوئی۔ چنانچہ وہ اس ملاقات کا نہایت درد بھرے لفظوں میں ذکر کرتا ہے کہ اس کا ہر لفظ دل کے پار ہوا جاتا ہے۔ روح ہندوستان سے ملاقات کا پہلا منظر یہ ہے۔

آسماں شق گشت و حورے پاک زاد
پردہ را از چہرۂ خود بر گشاد
در جبینش نار و نور لایزال
در دو چشم او سرور لایزال
با چنیں خوبی نصیبش طوق و بند
بر لب او نالہ ہائے دردمند
گفت رومی روح ہند است ایں نگر
از فغانش سوزہا اندر جگر

ہمارے شاعر کو دیکھ کر "روح ہندوستان" اس کی طرف بڑھی اور اس طرح نالہ و فغاں کرنے لگی۔

شمع جاں افسردہ در فانوس ہند
ہندیاں بیگانہ از ناموس ہند
مردکے نامحرم از اسرار خویش
زخمہ خود کم زند بر تار خویش
بر زمان رفتہ می بندد نظر
آتش افسردہ می سوزد جگر
بند ہا بر دست و پائے من از وست
نالہ ہائے نارسائے من از وست

اس سیر کے سلسلے میں اقبال اور پیر رومی ایک خونیں وادی کے پاس پہنچے جس میں ایک کشتی موجوں کے تھپیڑے کھاتی ہوئی ادھر سے ادھر جاری تھی۔ اس کشتی میں سے آواز آئی کہ ہمیں نہ وجود قبول کرتا ہے نہ عدم۔ ہم کہاں جائیں! ہم نے جہان شرق و غرب کی خاک چھان ڈالی، کہیں ہمارے لئے ملجا و پناہ نہیں۔ جہنم کی منتیں کیں کہ اپنے دروازے کھول دے، ہم اندر داخل ہو جائیں۔ لیکن اس نے بھی ہم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مرگ ناگہاں کے پاؤں چومے کہ زندان سے نجات دے۔ اس نے پہلے ہمیں دیکھا اور آنکھیں پھیر لیں۔ یہ دونوں روحیں بنگال کے میر جعفر اور دکن کے میر صادق کی تھیں جنہوں نے اپنے وطن سے غداری کی تھی۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن
ناقبول و ناامید و نامراد
ملتے از کار شاں اندر فساد

اسی ضمن میں اقبال قسمت ہند کی درد بھرے دل سے ذکر کرتا ہے۔ اس کا ہر لفظ حب وطن کے جذبات سے بھرا ہوا ہے وہ اس کی زبوں حالی پر اس طرح نوحہ کرتا ہے۔

ملتے کو بند ہر ملت کشاد
ملک و دینش از مقام خود فتاد
می ندانی خطۂ ہندوستان
آں عزیز خاطر صاحبدلاں
خطۂ ہر جلوہ اش گیتی فروز
درمیان خاک و خوں غلطد ہنوز
در گلش تخم غلامی را کہ کشت؟
ایں ہمہ کردار آں ارواح زشت

ہندوستان اب تک غلامی کی جدوجہد میں اس لئے ناکام رہا کہ اس کی حیات اجتماعی پر جعفر و صادق کی ملعون روحیں اب تک اپنا کام کر رہی ہیں۔ ان ارواح زشت کی لعنت سے اس ملک کے افراد میں اعلیٰ سیرت کا جوہر نہیں پیدا ہوا جس کی بدولت وہ اپنی کوتاہ نظریوں کو مصالح ملکی کی خاطر قربان کرتے اور اپنے مسائل کے حل میں عقل و بصیرت سے کام لیتے۔ انہیں کی وجہ سے وہ غالب قوم کی جادو گری سے مسحور ہیں۔ جب وہ ذرا خواب غفلت سے بیدار ہوتی ہیں تو حکمرانوں کی ساحری پھر انہیں تھپک تھپک کر سلا دیتی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ مسحور ہونے والوں نے ابھی تک رد سحر کا پکا ارادہ نہیں کیا۔ اس باب میں کسی دوسرے کی شکایت فضول ہے۔ شکایت کرنا ہے تو خود اپنے آپ سے کرنی چاہئے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں ملوکیت اور غلامی کی نفسیات کس خوبی سے بیان کی ہے۔

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشم ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں ساز دلبری
از غلامی فطرت آزاد را رسوا مکن
تا تراشی خواجۂ از برہمن کافر تری

مندرجہ بالا مطالب سے واضح ہو گیا ہوگا کہ اقبال اجتماعی زندگی کے سیاسی نظام حکومت کی ضرورت کا تو قائل ہے لیکن اس کی کسی مخصوص خارجی شکل کو مطلق اور ابدی نہیں سمجھتا۔ ہر قسم کا طرز حکومت صحیح اور موزوں ہو سکتا ہے بشرطیکہ اس سے اعمال انسانی نتیجہ خیز بنتے ہوں۔ اور نظام عمل ناقص نہ ہو جو اس کی وجہ وجود ہے۔ اگر حکومت اس مقصد کو پورا نہیں کرتی تو وہ بے سود ہے چاہے اس کی اصطلاحیں کتنی ہی مرغوب کن کیوں نہ ہوں۔ اس خیال کے علاوہ اس کے سیاسی افکار میں قدر حریت کو خاص اہمیت حاصل ہے وہ انسانی روح کی آزادی کا علمبردار ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ہر گروہ کی خود مختاری کا قائل ہو۔ موجودہ حکومت کی خصوصیات کے متعلق اس نے اپنے مخصوص انداز میں تنقید کی ہے وہ اس کی جاہلانہ وطنیت اور ملوکیت اخلاق سے ہم رنگی سے مشتعل اور اس کے جھوٹے جمہوریت کے دعووں سے بیزار ہے۔ وہ دنیا میں الٰہی نظام حکومت دیکھنے کا متمنی ہے جو وسیع تر اخلاقیات کے ارتقاء میں مانع ہونے کے بجائے مدد و معاون ہو۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ سیاست بھی تمدن کے دوسرے شعبوں کی طرح بے قید اور مطلق العنان نہ ہو بلکہ خدا کی

اور اخلاق کی پابند ہو جائے۔ اقبال کے نزدیک وہی سیاست حقیقی ہے جو مصلح کل کی جگہ بیان ہو جبکہ جزائی مفاد کی جگہ افادی نقطہ نظر کے مطابق اکثریت کے ذریعہ متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چونکہ سیاسی نظام وائمی نوعیت نہیں رکھتا۔ اس لئے انفرادیت کو اس کا پورا موقع حاصل رہتا ہے کہ وہ اپنے حالات کے مطابق اپنی واپسی اخلاقی اصولوں کے تحت اپنی معنوی تنظیم عمل میں لاتی رہے اور اپنے احوال و ضروریات کی تکمیل کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ ضرورت ہے کہ اس تنظیم میں انفرادی اقدار جیسے آزادی عزت نفس اور ذاتی وقار برقرار ہیں اور ساتھ ہی ہیئت اجتماعی کی مجموعی نشوونما اور نظام امن و عدل میں بھی کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ ورنہ اس صورت میں حکومت اپنے منشا کو پورا نہیں کرسکتی۔

نواب صدر اعظم بہادر کا دورہ

آج صبح سو بجے ہزاکسلنسی صدر اعظم بہادر نے مقامی پولیس کی پریڈ کا معائنہ فرمایا۔ پریڈ کے بعد ہزاکسلنسی پولیس کے بارکو کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد موٹر کے ذریعہ کنڈاپور روانہ ہوئے۔ جو سنگاریڈی سے تقریباً گیارہ میل دور واقع ہے۔ نواب لطیف یار جنگ بہادر صدر المہام آبکاری نے ہزاکسلنسی کا استقبال کیا۔ مسٹر خواجہ محمد احمد معتمد ناظم آبکاری نے صدر اعظم بہادر کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا اور درخواست کی کہ ہزاکسلنسی جوابی اسکول کا سنگ بنیاد رکھیں۔

مجھے مسرت ہے کہ میں آج کنڈاپور میں اسکول کا سنگ بنیاد رکھ رہا ہوں۔ جو یافی تہذیب اور تمدن کی یادگار دلوں میں تازہ کرے گی۔ آثار قدیمہ ہماری تہذیب کو جاننے کا ذریعہ ہیں جو سبق آموز بھی ہے اور دلچسپ بھی۔

عالیجناب نواب تمال یار جنگ بہادر

اشتہار

بوجہ عدالت دیوانی منصفی ضلع میدک علاقہ مدنی

نمبر مقدمہ (۱۱۱) سنہ ۵۵ ف

بنیت ۵۵ ف

نمبر رجسٹر ۱۳ ۵۵ ف باجلاس مولوی محمد رحمت اللہ صاحب ایم اے ایل ایل بی منصف ناظم عدالت ضلع میدک

لبونیاپا بنی لوگیا دمول ساکن کلی تعلقہ مدول علاقہ نمبر مدعی

بنام۔ سیو گنگو ازوجہ سیوپا دموا وغیرہ ساکنان ہر ایمن ال تعلقہ بیرکر مدعا علیہ

دعویٰ

استقرار حق ملکیت کا پانے اندراج کشی اراضی۔

بنام ناگپا ولد گرپا دما مول عمر ۲۲ سال نابالغ بولایت اور حقیقی مسماۃ گنگوا زوجہ گرپا دیا عمر ۲۵ سال قوم لنگایت پیشہ زراعت ساکن ہر ایمن ال تعلقہ بیرکر۔

ہرگاہ۔ مقدمہ مسدہ میں تم کو ذریعہ اشتہار اطلاع دی جاتی ہے کہ تمہارے نام سے سمن کی اجراء کی گئی لیکن تمہارا پتہ نہ رہنے سے سمن کی تعمیل ممکن نہ ہوئی۔ لہذا ذریعہ اشتہار مطلع کیا جاتا ہے کہ تم تاریخ کے جانب سے اصالتاً یا وکالتاً بتاریخ ۲ دی ۵۵ ف روز چہارشنبہ وقت ۱۰ بجے حاضر محکمہ ہذا ہو کر مقدمہ مذکور کی پیروی کرو ورنہ حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی۔ اور فوائض مقدمہ کے لئے مناسب عدالت کسی اور شخص کو ولی مقرر کرے گی جس کے بعد کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا۔ ۔ بحث طلبانہ وصول۔

مہر عدالت

منتظم عدالت

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ نسلیوں نے کیا کیا حاصل کیا اور یہ بھی کہ سابقہ نسلیں کس طرح نابود ہوگئیں اور اس طرح ہمیں کس قسم کی عبرت دیتی ہیں۔

کنڈاپور سے سنگاریڈی واپس ہوتے ہوئے۔ صدر اعظم بہادر نے دلچسپی کے اہم مقامات کا جن میں سرکاری تعمیراتی مرکز بھی شامل ہے معائنہ فرمایا۔

صدر اعظم بہادر نے بعض مکانات مرمت کے لئے ۵ ہزار روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔

ہزاکسلنسی ساڑھے چھ بجے بیدر روانہ ہوئے اور بیرا میوچیٹھ کے رعایا کی درخواست پر آبادیوں سے گذرے جہاں ان کو پھول پہنائے گئے۔

راجہ جی کی سرگرمیوں کی مذمت

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

کی اور کہا کہ قرارداد کی مخالفت کرنے کے خیال سے جب انھوں نے شہ نشین تک پہنچنے کی کوشش کی تو ان کو مارا گیا اور کہا کہ انھوں اس ہنگامہ میں اپنا بٹوا کھو دیا جس کی رقم ایک ہزار کی تھی جو گاندھی جی کے پاس سے وصول ہوئی اور جس میں کانگریس میں راجہ جی کے موقف اور قرارداد اگست اور مسئلہ پاکستان کے بارے میں ان کے نقطہ نظر کی وضاحت کی گئی تھی کہ دیا ہے۔ مسٹر گوپال سوامی نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کانفرنس راجہ جی کی مخالفت کرنے کی غرض سے منعقد کی گئی ہے۔ آپ نے حاضرین جلسہ کے سامنے گاندھی جی کا خط پڑھ کر سنایا۔

مسٹر انا ملائی پلے صدر تامل ناڈو کانگریس کمیٹی نے قرارداد کی مخالفت کی۔

یہ قرارداد بہت بڑی اکثریت کی رائے سے منظور کر لی گئی۔ چند راکمین جنھوں نے قرارداد کی مخالفت کی کانفرنس کے پنڈال سے باہر نکل آئے۔ (اے۔ پ)

عرب لیگ کونسل میں مسئلہ فلسطین پر مباحث

قاہرہ۔ ۱۰ اکتوبر۔ رائٹر کے خصوصی نامہ نگار نے بذریعہ برقی تار یہ اطلاع دی ہے کہ آج ممتاز عرب لیگ کونسل کے کل کے اجلاس میں شرکت کے لئے قاہرہ جارہے ہیں۔ عرب لیگ کے معتمد عمومی عزام ...

ہر تعلقہ میں امداد باہمی کا ادارہ قائم ہو چکا ہے

حکومت سرکار عالی نے ہر تعلقہ میں ایک اتحادی جمعیت ترقیات دیہی قائم کر دی ہے جس کے مقاصد اعلیٰ اور فوائد کثیر ہیں ان مقاصد اور فوائد سے واقف ہونے کی کوشش فرمائیے۔

یہ ادارے جنکی تعداد ایک سو سے زائد ہے حیدرآباد کوآپریٹیو کارپوریشن کی شاخوں کی حیثیت سے مستقلاً قائم اور کارگذار رہیں گے اور حیدرآباد کی معاشی صلاح و فلاح کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہونگے۔

ان اداروں کی کارگذاری پر نظر رکھئیے اور انکی ترقی کیلئے ممکنہ کوشش فرمایئے۔

ہونے لندن سے دہلی واپسی کے بعد اس
اجلاس کو فوری طلب کیا ہے۔ اکثر ونیز
مباحث کا موضوع فلسطین ہوگا۔

پنجاب کے سیاسی سیکریٹری نے بتایا کہ
وہ بیس سب سے پہلے مندوبین عزام
پاشا سے ان سوالات کے متعلق رپورٹ
سنیں گے جس کے دوران میں موصوف
برطانوی وزیر خارجہ مسٹر ارنسٹ بیون سے
اہم گفتگو کر چکے ہیں۔ مسئلہ موجود فلسطین
کے متعلق تازہ ترین برطانوی ردعمل پیش
کریں گے۔ علاوہ ان کوششوں کا بھی اظہار
کریں گے جو عرب دنیا کے موجودہ تدبر سے
مسئلہ کو حل کرنے کے لئے عمل میں لائی جا رہی ہیں۔

مسٹر عزام پاشا کے بعد اور دوسرے
عرب ممالک کے متعلق بھی تازہ معلومات
رکھتے ہیں۔ مندوبین کے ناموں سے
جو موجودہ تجویز کے مطابق مذکورہ کونسل کے
اجلاس میں شرکت کریں گے اہم مسئلہ پر بحث
و تمحیص کا اظہار ہوتا ہے۔ شہزادہ فیصل
جو آپ حجاز ہو رہے ہیں اور جدہ میں منتقل
ہو جائیں گے وہ اپنے والد سعودی عربستان کے
شاہ ابن سعود کی نمائندگی کریں گے۔

جنرل نوری السعید عظیم تر عراق پلان کے
زبردست حامی اور عرب لیگ کے سرگرم حمایتی
عراقی وفد کی سرکردگی کریں گے شہزادہ سیف
الاسلام عبداللہ کی موجودگی کو خاص طور پر
اہمیت دی گئی ہے جو یمن کی نمائندگی
کریں گے۔ لیگ سے ابتدا میں بے اعتنائی
کا اظہار کرنے کے بعد آخر پر یمن نے اس میں
چند ماہ قبل شریک ہونے کا فیصلہ کر ہی لیا۔
دوسرے عرب ممالک مثلاً مصر، شام، لبنان

مسائل حاضرہ پر منتخب کتابیں

از ڈاکٹر میر اقبال قریشی
جنگ اور اغذیہ اور قیمتوں پر نگرانی

از رنگ ریعیت اجتماع
مسئلہ غذا

جنگ اور مالیہ

ہندوستان کے زر پر جنگ کے اثرات

از محمد احمد خان ایم
جنگ اور مسئلہ غذا

از شفیق الرحمن ایم اے
حیدرآباد کی قیمتوں پر جنگ
کے تاثرات

از نظام الدین احمد ایم
حکومت اور نگرانی کا مسئلہ

از اشتیاق حسین خان

مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

تاج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون

لیڈیز اینڈ جنٹس

روبروئے دواخانہ ڈاکٹر کرویکر

پارچہ جات

ایف۔ ڈی۔ خان اینڈ کمپنی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن ٹیلیفون ۲۸۴۶

۲۲۔ اعداد شمار سے واضح ہوتا ہے کہ عرب وزرائے
اعظم کی قیادت وفود بھی کریں گے
اس کا بھی امکان ہے کہ فلسطینی
عربوں کی جانب سے لجنہ کی بیٹھک میں
سرکاری طور پر نمائندگی نہیں کی گئی ہے۔

ایک نافرمیں موجود رہے گا...

دس سالہ کاروبار کے کامیاب نتائج

کاروبار جاریہ	۱۰ لاکھ
لائف فنڈ	۱۲ لاکھ
مطالبات کی ادائی	۱ لاکھ
محفوظات	زائد از ۱۶ لاکھ

سال ۱۳۵۵ف میں

نیا کاروبار حاصل شدہ زائد از	۳۰ لاکھ
تکمیل شدہ	۲۴ لاکھ

حیدرآباد کوآپریٹیو انشورنس سوسائٹی محدود بشیر باغ روڈ
حیدرآباد دکن
ٹیلیفون ۳۳۲۲

تحریک امداد باہمی

(۱) مانع نفع اندوزی ہے۔

(۲) چور بازار کا انسداد کر سکتی ہے

(۳) کاشتکار کو اس کی محنت کا پورا صلہ دلاتی ہے۔

(۴) ایسی برادری قائم کرتی ہے جو فرقہ و جماعت کی بندشوں سے آزاد ہو۔

(۵) معاشی اور سماجی جمہوریت کا دوسرا نام ہے۔

ترکی و ایران کے خلاف روس کی مہم

ماسکو ۔ ۹ ور اکتوبر ۔ روسی اخبار پراودا نے سابق وزیر اعظم ایران اور ترکی سیاسی ترجمان پاکمن پر روسی ذہین سرزمین کے معاندین ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔

اخبار مذکور میں ایک سیاسی کارٹون شائع کیا گیا ہے جس کے ساتھ سہیل بہ شاک کی نظم بھی دی گئی ہے۔ انہیں بہترین نظم پیش کرنے پر اسٹالن انعام دیا گیا تھا۔ اس نظم کا عنوان کوئل اور مرغ رکھا گیا ہے جس میں پاکمن کو کوئل اور سعید کو مرغ ظاہر کیا گیا ہے۔

نظم میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایک تصویر سے ترکی اور دوسری سے ایرانی معاندانہ اظہار ہوتا ہے۔ پاکمن بھی سعید کی طرح روسی سرزمین کے دشمن ہیں یہ معاندین دو مختلف بولیاں بولتے

ہیں ان کی نسل بالکل الگ ہے لیکن ایک اقتدار دراز دوسرے کو ترجمانی کے بغیر سمجھ لیتا ہے۔
